

اور ہم نے تم جیسے بہتیروں کو ہلاک کر دیا ہے،<sup>(۱)</sup> پس کوئی ہے نصیحت لینے والا۔ (۵۱)  
 جو کچھ انہوں نے (اعمال) کیے ہیں سب نامہ اعمال میں لکھے ہوئے ہیں۔<sup>(۲)</sup> (۵۲)  
 (اسی طرح) ہر چھوٹی بڑی بات بھی لکھی ہوئی ہے۔<sup>(۳)</sup> (۵۳)  
 یقیناً ہمارا ڈر رکھنے والے جنتوں اور نہروں میں ہونگے۔<sup>(۴)</sup> (۵۴)  
 راستی اور عزت کی بیٹھک میں<sup>(۵)</sup> قدرت والے بادشاہ کے پاس۔<sup>(۶)</sup> (۵۵)

سورہ رحمن مدنی ہے اور اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

وَلَقَدْ أَهَلَّكُنَا أَشْيَاعًا عَمَلَكُمْ مِنْ مَّنْذُورٍ ۝۱

وَكُلُّ شَيْءٍ نَّعْلَمُ فِي الزُّبُرِ ۝۲

وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَقَرٌّ ۝۳

إِنَّ الْمُنْتَفِعِينَ فِي جَنَّتِمْ وَنَهْرٍ ۝۴

فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝۵

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

(۱) یعنی گزشتہ امتوں کے کافروں کو، جو کفر میں تمہارے ہی جیسے تھے۔ أَشْيَاعَكُمْ أَيُّ: أَشْبَاهَكُمْ وَنُظَرَ آءُكُمْ (فتح القدیر)

(۲) یاد دوسرے معنی ہیں، لوح محفوظ میں درج ہیں۔

(۳) یعنی مخلوق کے تمام اعمال، اقوال و افعال لکھے ہوئے ہیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، حقیر ہوں یا جلیل، اشقیاء کے ذکر کے بعد اب سعد کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

(۴) یعنی مختلف اور متنوع باغات میں ہوں گے۔ نَهْرٌ بطور جنس کے ہے جو جنت کی تمام نہروں کو شامل ہے۔

(۵) مَقْعَدِ صِدْقٍ، عزت کی بیٹھک یا مجلس حق، جس میں گناہ کی بات ہوگی نہ لغویات کا ارتکاب۔ مراد جنت ہے۔

(۶) مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ، قدرت والا بادشاہ یعنی وہ ہر طرح کی قدرت سے بہرہ ور ہے جو چاہے کر سکتا ہے، کوئی اسے عاجز نہیں کر سکتا۔ عِنْدَ (پاس) یہ کنایہ ہے اس شرف منزلت اور عزت و احترام سے، جو اہل ایمان کو اللہ کے ہاں حاصل ہوگا۔

☆ اس کو بعض حضرات نے مدنی قرار دیا ہے، تاہم صحیح یہی ہے کہ یہ مکی ہے (فتح القدیر) اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوئی ہے، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ تم خاموش رہتے ہو، تم سے تو اچھے جن ہیں کہ جب جن والی رات کو میں نے یہ سورت ان پر پڑھی تو میں جب بھی ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَيْفَ يَكْفُرُوْنَ﴾ پڑھتا، تو وہ اس کے

الرَّحْمَنُ ①	عَلَّمَ الْقُرْآنَ ①
خَلَقَ الْإِنْسَانَ ②	
عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ③	
الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يُحْسِبَانِ ④	
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ⑤	
وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ⑥	
أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ ⑦	

رحمن نے۔ (۱) قرآن سکھایا۔ (۲)

اسی نے انسان کو پیدا کیا۔ (۳)

اور اسے بولنا سکھایا۔ (۴)

آفتاب اور ماہتاب (مقررہ) حساب سے ہیں۔ (۵)

اور ستارے اور درخت دونوں سجدہ کرتے ہیں۔ (۶)

اسی نے آسمان کو بلند کیا اور اسی نے ترازو رکھی۔ (۷)

تاکہ تم تولنے میں تجاوز نہ کرو۔ (۸)

جواب میں کہتے۔ (لَا بِشَيْءٍ مِّنْ نَّعْمِكَ رَبَّنَا! نَكَذِبُ فَلَكَ الْحَمْدُ)۔ (ترمذی 'تفسیر سورة الرحمن' ذکرہ الألبانی فی صحیح الترمذی)

(۱) کہتے ہیں کہ یہ اہل مکہ کے جواب میں ہے جو کہتے تھے کہ یہ قرآن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی انسان سکھاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کے اس قول کے جواب میں ہے کہ رحمن کیا ہے؟ قرآن سکھانے کا مطلب ہے 'اسے آسان کر دیا' یا اللہ نے اپنے پیغمبر کو سکھایا اور پیغمبر نے امت کو سکھایا۔ اس سورت میں اللہ نے اپنی بہت سی نعمتیں گنوائی ہیں۔ چونکہ تعلیم قرآن ان میں قدر و منزلت اور اہمیت و افادیت کے لحاظ سے سب سے نمایاں ہے، اس لیے پہلے اسی نعمت کا ذکر فرمایا ہے۔ (فتح القدیر)

(۲) یعنی یہ بندر وغیرہ جانوروں سے ترقی کرتے کرتے انسان نہیں بن گئے ہیں۔ جیسا کہ ڈارون کا فلسفہ ارتقا ہے۔ بلکہ انسان کو اسی شکل و صورت میں اللہ نے پیدا فرمایا ہے جو جانوروں سے الگ ایک مستقل مخلوق ہے۔ انسان کا لفظ بطور جنس کے ہے۔

(۳) اس بیان سے مراد ہر شخص کی اپنی مادری بولی ہے جو بغیر سیکھے از خود ہر شخص بول لیتا اور اس میں اپنے مافی الضمیر کا اظہار کر لیتا ہے، حتیٰ کہ وہ چھوٹا بچہ بھی بولتا ہے، جس کو کسی بات کا علم اور شعور نہیں ہوتا۔ یہ اس تعلیم الہی کا نتیجہ ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

(۴) یعنی اللہ کے ٹھہرائے ہوئے حساب سے اپنی اپنی منزلوں پر رواں دواں رہتے ہیں، ان سے تجاوز نہیں کرتے۔

(۵) جیسے دوسرے مقام پر فرمایا — ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ يَسْجُدُ لَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالْدَّابُّ﴾ ﴿الآیة (الحج-۱۸)﴾

(۶) یعنی زمین میں انصاف رکھا، جس کا اس نے لوگوں کو حکم دیا، جیسے فرمایا ﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ

الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ﴿الحديد-۲۵﴾

(۷) یعنی انصاف سے تجاوز نہ کرو۔

انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول میں کم نہ دو۔ (۹)  
 اور اسی نے مخلوق کے لیے زمین بچھادی۔ (۱۰)  
 جس میں میوے ہیں اور خوشے والے کھجور کے درخت  
 ہیں۔<sup>(۱۱)</sup>  
 اور بھس والا اناج ہے<sup>(۱۲)</sup> اور خوشبودار پھول ہیں۔ (۱۳)  
 پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے پروردگار کی کس کس  
 نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۱۳)</sup>  
 اس نے انسان کو بنجنے والی مٹی سے پیدا کیا جو ٹھیکری کی  
 طرح تھی۔<sup>(۱۴)</sup>  
 اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔<sup>(۱۵)</sup>  
 پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۱۶)</sup>  
 وہ رب ہے دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا۔<sup>(۱۷)</sup>

وَأَقِيمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ  
 وَالْأَرْضَ وَصَعَهَا لِلْأَنَامِ ۝  
 فِيهَا فَأَكْهَمَةٌ وَالنَّخْلُ ذَاتُ الْأَكْمَامِ ۝  
 وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ  
 وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ كَذِبَن ۝  
 خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝  
 وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِنْ نَّارٍ ۝  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ  
 وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ كَذِبَن ۝  
 رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝

(۱) أَكْمَامٌ، كِمِّ کی جمع ہے، وَعَاءُ التَّنْمْرِ، کھجور پر چڑھا ہوا غلاف۔

(۲) حَبٌّ سے مراد ہر وہ خوراک ہے جو انسان اور جانور کھاتے ہیں۔ خشک ہو کر اس کا پودا بھس بن جاتا ہے جو جانوروں کے کام آتا ہے۔

(۳) یہ انسانوں اور جنوں دونوں سے خطاب ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں گنوا کر ان سے پوچھ رہا ہے۔ یہ تکرار اس شخص کی طرح ہے جو کسی پر مسلسل احسان کرے لیکن وہ اس کے احسان کا منکر ہو، جیسے کہے، میں نے تیرا فلاں کام کیا، کیا تو انکار کرتا ہے؟ فلاں چیز تجھے دی، کیا تجھے یاد نہیں؟ تجھ پر فلاں احسان کیا، کیا تجھے ہمارا ذرا خیال نہیں؟ (فتح القدیر)

(۴) صَلْصَالٍ خشک مٹی، جس میں آواز ہو۔ فَخَّارٌ آگ میں پکی ہوئی مٹی، جسے ٹھیکری کہتے ہیں۔ اس انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، جن کا پہلے مٹی سے پتلا بنایا گیا اور پھر اس میں اللہ نے روح پھونکی۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے حوا کو پیدا فرمایا، اور پھر ان دونوں سے نسل انسانی چلی۔

(۵) اس سے مراد سب سے پہلا جن ہے جو ابوالجن ہے، یا جن بطور جنس کے ہے۔ جیسا کہ ترجمہ جنس کے اعتبار سے ہی کیا گیا ہے۔ مارج آگ سے بلند ہونے والے شعلے کو کہتے ہیں۔

(۶) یعنی تمہاری یہ پیدائش بھی اور پھر تم سے مزید نسلوں کی تخلیق و افزائش، یہ اللہ کی نعمتوں میں سے ہے۔ کیا تم اس نعمت کا انکار کرو گے؟

(۷) ایک گرمی کا مشرق اور ایک سردی کا مشرق، اسی طرح مغرب ہے۔ اس لیے دونوں کو تنبیہ ذکر کیا ہے، موسموں کے

تو (اے جنو اور انسانو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو  
 جھٹلاؤ گے؟ (۱۸)  
 اس نے دو دریا جاری کر دیے جو ایک دوسرے سے مل  
 جاتے ہیں۔ (۱۹)  
 ان دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے بڑھ نہیں  
 سکتے۔ (۲۰)<sup>(۱)</sup>  
 پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ  
 گے؟ (۲۱)  
 ان دونوں میں سے موتی اور مونگے برآمد ہوتے  
 ہیں۔ (۲۲)<sup>(۲)</sup>

فَيَأْتِي آلَهُمَا نَعْمًا تَكْتُمِينَ ⑩

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ⑪

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ⑫

فَيَأْتِي آلَهُمَا نَعْمًا تَكْتُمِينَ ⑬

يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ⑭

اعتبار سے مشرق و مغرب کا مختلف ہونا اس میں بھی انس و جن کی بہت سی مصلحتیں ہیں، اس لیے اسے بھی نعمت قرار دیا گیا ہے۔

(۱) مَرَجَ بِمَعْنَى أَسْتَسَلَّ جَارِي كَرَدِيءٍ۔ اس کی تفصیل سورۃ الفرقان، آیت ۵۳ میں گزر چکی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دو دریاؤں سے مراد بعض کے نزدیک ان کے الگ الگ وجود ہیں، جیسے ٹیٹھے پانی کے دریا ہیں، جن سے کھیتیاں سیراب ہوتی ہیں اور انسان ان کا پانی اپنی دیگر ضروریات میں بھی استعمال کرتا ہے۔ دوسری قسم سمندروں کا پانی ہے جو کھارا ہے، جس کے کچھ اور فوائد ہیں۔ یہ دونوں آپس میں نہیں ملتے۔ بعض نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ کھارے سمندروں میں ہی ٹیٹھے پانی کی لہریں چلتی ہیں اور یہ دونوں لہریں آپس میں نہیں ملتیں، بلکہ ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہی رہتی ہیں۔ اس کی ایک صورت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کھارے سمندروں میں ہی کئی مقامات پر ٹیٹھے پانی کی لہریں بھی جاری کی ہوئی ہیں اور وہ کھارے پانی سے الگ ہی رہتی ہیں۔ دوسری صورت یہ بھی ہے کہ اوپر کھارا پانی ہو اور اس کی تہ میں نیچے چشمہ آب شیریں۔ جیسا کہ واقعتاً بعض مقامات پر ایسا ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جن مقامات پر ٹیٹھے پانی کے دریا کا پانی سمندر میں جا کر گرتا ہے، وہاں کئی لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ دونوں پانی میلوں دور تک اس طرح ساتھ ساتھ چلتے ہیں کہ ایک طرف ٹیٹھا دریائی پانی اور دوسری طرف وسیع و عریض سمندر کا کھارا پانی، ان کے درمیان اگرچہ کوئی آڑ نہیں لیکن یہ باہم نہیں ملتے۔ دونوں کے درمیان یہ وہ برزخ (آڑ) ہے جو اللہ نے رکھ دی ہے، دونوں اس سے تجاوز نہیں کرتے۔

(۲) مَرْجَانٌ سے چھوٹے موتی یا پھر مونگے مراد ہیں۔ کہتے ہیں کہ آسمان سے بارش ہوتی ہے تو سپیاں اپنے مونہہ کھول

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۲۳)</sup>  
 اور اللہ ہی کی (ملکیت میں) ہیں وہ جہاز جو سمندروں میں  
 پہاڑ کی طرح بلند (چل پھر رہے) ہیں۔<sup>(۲۴)</sup>  
 پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت  
 کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۲۵)</sup>  
 زمین پر جو ہیں سب فنا ہونے والے ہیں۔ (۲۶)  
 صرف تیرے رب کی ذات جو عظمت اور عزت والی ہے  
 باقی رہ جائے گی۔ (۲۷)  
 پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۲۸)</sup>

يَأْتِي الْآرَ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ ﴿۲۳﴾  
 وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالِإِخْلَافِ ﴿۲۴﴾

يَأْتِي الْآرَ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ ﴿۲۵﴾

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾

وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ﴿۲۷﴾

يَأْتِي الْآرَ رَبِّكُمْ تَكْذِبِينَ ﴿۲۸﴾

دیتی ہیں، جو قطرہ ان کے اندر پڑ جاتا ہے، وہ موتی بن جاتا ہے۔ مشہور یہی ہے کہ موتی وغیرہ میٹھے پانی کے دریاؤں سے  
 نہیں، بلکہ صرف آب شور یعنی سمندروں سے ہی نکلتے ہیں۔ لیکن قرآن نے تشبیہ کی ضمیر استعمال کی ہے جس سے معلوم  
 ہوتا ہے کہ دونوں سے ہی موتی نکلتے ہیں۔ چونکہ موتی کثرت کے ساتھ سمندروں سے ہی نکلتے ہیں، اس لیے اس کی  
 شہرت ہو گئی ہے۔ تاہم شیریں دریاؤں سے اس کی نفی ممکن نہیں بلکہ موجودہ دور کے تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ میٹھے  
 دریا میں بھی موتی ہوتے ہیں۔ البتہ ان کے مسلسل جاری رہنے کی وجہ سے ان سے موتی نکالنا مشکل امر ہے۔ بعض نے  
 کہا ہے کہ مراد مجموعہ ہے، ان میں سے کسی ایک سے بھی موتی نکل جائیں تو ان پر تشبیہ کا اطلاق صحیح ہے۔ بعض نے کہا  
 کہ شیریں دریا بھی عام طور پر سمندر میں ہی گرتے ہیں اور وہیں سے موتی نکالے جاتے ہیں، اس لیے گو منبع دریائے  
 شور ہی ہوئے، لیکن دوسرے دریاؤں کا حصہ بھی اس میں شامل ہے لیکن موجودہ دور کے تجربات کے بعد ان تاویلات  
 اور تکلفات کی ضرورت نہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

(۱) یہ جواہر اور موتی زیب و زینت اور حسن و جمال کا مظہر ہیں اور اہل شوق و اہل ثروت انہیں اپنے ذوق جمال کی  
 تسکین اور حسن و رعنائی میں اضافے ہی کے لیے استعمال کرتے ہیں، اس لیے ان کا نعمت ہونا بھی واضح ہے۔

(۲) الْجَوَارِ جَارِيَةٌ (چلنے والی) کی جمع اور محذوف موصوف (السُّفُنُ) کی صفت ہے۔ مَنَشَاتٌ کے معنی مرفوعات ہیں،  
 یعنی بلند کی ہوئیں، مراد بادبان ہیں، جو بادبانی کشتیوں میں جھنڈوں کی طرح اونچے اور بلند بنائے جاتے ہیں۔ بعض نے  
 اس کے معنی مصنوعات کے کیے ہیں یعنی اللہ کی بنائی ہوئی جو سمندر میں چلتی ہیں۔

(۳) ان کے ذریعے سے بھی نقل و حمل کی جو آسانیاں ہیں، محتاج وضاحت نہیں، اس لیے یہ بھی اللہ کی عظیم نعمت ہے۔

(۴) فنائے دنیا کے بعد، جزا و سزا یعنی عدل کا اہتمام ہو گا، لہذا یہ بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے جس پر شکر الہی واجب ہے۔

سب آسمان و زمین والے اسی سے مانگتے ہیں۔<sup>(۱)</sup> ہر روز وہ ایک شان میں ہے۔<sup>(۲)</sup> (۲۹)  
 پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۳)</sup> (۳۰)  
 (جنوں اور انسانوں کے گروہو!) عنقریب ہم تمہاری طرف پوری طرح متوجہ ہو جائیں گے۔<sup>(۴)</sup> (۳۱)  
 پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۵)</sup> (۳۲)  
 اے گروہ جنات و انسان! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو!<sup>(۶)</sup>  
 بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔<sup>(۷)</sup> (۳۳)  
 پھر اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۸)</sup> (۳۴)  
 تم پر آگ کے شعلے اور دھواں چھوڑا جائے گا<sup>(۹)</sup> پھر تم

يَتْلَاهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلُّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَاْنٍ ﴿۲۹﴾  
 يَاۤاَيُّ الْاٰهۡ رَبِّمَا تَكْفُرُ ﴿۳۰﴾  
 سَتَعْرُغُ لَكُمْۙ اِيَّاهُ الْعٰقِلُ ﴿۳۱﴾  
 يَاۤاَيُّ الْاٰهۡ رَبِّمَا تَكْفُرُ ﴿۳۲﴾  
 يٰۤاَعْمٰنَ الْيٰۤاَيُّ الْاَرۡسِ اِنْ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْزِلُوْا مِنْۢ اَقۡطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَاَنْزِلُوْا وَاِلَّا سُلۡطٰنٌ ﴿۳۳﴾  
 يَاۤاَيُّ الْاٰهۡ رَبِّمَا تَكْفُرُ ﴿۳۴﴾  
 يُرْسَلُ عَلَيْكُمۡ شَوَاظِۡرٌ مِّنۡ نَّارٍ وَّعَاسَۗ فَاَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۵﴾

(۱) یعنی سب اس کے محتاج اور اس کے در کے سوالی ہیں۔

(۲) ہر روز کا مطلب، ہر وقت۔ شان کے معنی امر یا معاملہ، یعنی ہر وقت وہ کسی نہ کسی کام میں مصروف ہے، کسی کو بیمار کر رہا ہے، کسی کو شفا یاب، کسی کو تو نگر بنا رہا ہے تو کسی تو نگر کو فقیر۔ کسی کو گدا سے شاہ اور شاہ سے گدا، کسی کو بلند یوں پر فائز کر رہا ہے، کسی کو پستی میں گرا رہا ہے، کسی کو ہست سے نیست اور نیست کو ہست کر رہا ہے وغیرہ۔ الغرض کائنات میں یہ سارے تصرف اسی کے امر و مشیت سے ہو رہے ہیں اور شب و روز کا کوئی لمحہ ایسا نہیں جو اس کی کارگزاری سے خال ہو۔ هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ، لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔

(۳) اور اتنی بڑی ہستی کا ہر وقت بندوں کے امور و معاملات کی تدبیر میں لگے رہنا، کتنی بڑی نعمت ہے۔

(۴) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ کو فراغت نہیں ہے بلکہ یہ محاورہ بولا گیا ہے جس کا مقصد وعید و تمہید ہے۔ نَقْلًا نِ (جن و انس کو) اس لیے کہا گیا ہے کہ انکو تکالیف شرعیہ کلاپاند کیا گیا ہے، اس پابندی یا بوجھ سے دوسری مخلوق مستثنیٰ ہے۔

(۵) یہ تمہید بھی نعمت ہے کہ اس سے بدکار، بدیوں کے ارتکاب سے باز آجائے اور محسن زیادہ نیکیاں کمائے۔

(۶) یعنی اللہ کی تقدیر اور قضا سے تم بھاگ کر کہیں جا سکتے ہو تو چلے جاؤ، لیکن یہ طاقت کس میں ہے؟ اور بھاگ کر آخر کہاں جائے گا؟ کون سی جگہ ایسی ہے جو اللہ کے اختیارات سے باہر ہو۔ یہ بھی تمہید ہے جو مذکورہ تمہید کی طرح نعمت ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ میدان محشر میں کہا جائے گا، جب کہ فرشتے ہر طرف سے لوگوں کو گھیر رکھے ہونگے۔ دونوں ہی مفہوم اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں۔

(۷) مطلب یہ ہے کہ اگر تم قیامت والے دن کہیں بھاگ کر گئے بھی، تو فرشتے آگ کے شعلے اور دھواں تم پر چھوڑ کر

مقابلہ نہ کر سکو گے۔<sup>(۱)</sup> (۳۵)

پھر اپنے رب کی نعمتوں میں سے کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۲)</sup> (۳۶)

پس جب کہ آسمان پھٹ کر سرخ ہو جائے جیسے کہ سرخ چمڑہ۔<sup>(۳)</sup> (۳۷)

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۴)</sup> (۳۸)  
اس دن کسی انسان اور کسی جن سے اس کے گناہوں کی پر سش نہ کی جائے گی۔<sup>(۵)</sup> (۳۹)

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۶)</sup> (۴۰)  
گناہ گار صرف حلیہ سے ہی پہچان لیے جائیں گے<sup>(۷)</sup> اور انکی پیشانیوں کے بال اور قدم پکڑ لیے جائیں گے۔<sup>(۸)</sup> (۴۱)  
پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۹)</sup> (۴۲)  
یہ ہے وہ جہنم جسے مجرم جھوٹا جانتے تھے۔ (۴۳)

يَا أَيُّهَا آلَآءُ رَبِّكُمَا كَذِبْتُمْ ۝۱

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝۲

يَا أَيُّهَا آلَآءُ رَبِّكُمَا كَذِبْتُمْ ۝۳

فَيَوْمَئِذٍ لَا يُعْمَلُ عَنْ دِينِهِمْ ائْتِسَافٌ وَلَا كِبَارٌ ۝۴

يَا أَيُّهَا آلَآءُ رَبِّكُمَا كَذِبْتُمْ ۝۵

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُونَ بِسِيمَاهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي

وَالْأَقْدَامِ ۝۶

يَا أَيُّهَا آلَآءُ رَبِّكُمَا كَذِبْتُمْ ۝۷

هَذَا جَهَنَّمُ الَّتِي يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُونَ ۝۸

یا بگھلا ہوا تانبہ تمہارے سروں پر ڈال کر تمہیں واپس لے آئیں گے۔ نوحاس کے دوسرے معنی پگھلے ہوئے تانبے کے کئے گئے ہیں۔

(۱) یعنی اللہ کے عذاب کو ٹالنے کی تم قدرت نہیں رکھو گے۔

(۲) قیامت والے دن آسمان پھٹ پڑے گا، فرشتے زمین پر اتر آئیں گے، اس دن یہ نار جہنم کی شدت حرارت سے پگھل کر سرخ نرمی کے چمڑے کی طرح ہو جائے گا۔ دِہان، سرخ چمڑہ۔

(۳) یعنی جس وقت وہ قبروں سے باہر نکلیں گے۔ ورنہ بعد میں موقف حساب میں ان سے باز پرس کی جائے گی۔ بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ گناہوں کی بابت نہیں پوچھا جائے گا، کیونکہ ان کا تو پورا ریکارڈ فرشتوں کے پاس بھی ہو گا اور اللہ کے علم میں بھی۔ البتہ پوچھا جائے گا کہ تم نے یہ کیوں کیے؟ یا یہ مطلب ہے، ان سے نہیں پوچھا جائے گا بلکہ انسانی اعضا خود بول کر ہر بات بتلائیں گے۔

(۴) یعنی جس طرح اہل ایمان کی علامت ہوگی کہ ان کے اعضائے وضو چمکتے ہوں گے۔ اسی طرح گناہ گاروں کے چہرے سیاہ، آنکھیں نیلگوں اور وہ دہشت زدہ ہوں گے۔

(۵) فرشتے ان کی پیشانیاں اور ان کے قدموں کے ساتھ ملا کر پکڑیں گے اور جہنم میں ڈال دیں گے، یا کبھی پیشانیوں سے اور کبھی قدموں سے انہیں پکڑیں گے۔

اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے۔<sup>(۱)</sup> (۴۳)

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۴۵)  
اور اس شخص کے لیے جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر دو جنتیں ہیں۔<sup>(۲)</sup> (۴۶)

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۴۷)  
(دونوں جنتیں) بہت سی ٹہنیوں اور شاخوں والی ہیں۔<sup>(۳)</sup> (۴۸)

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۴۹)  
ان دونوں (جنتوں) میں دو بستے ہوئے چشمے ہیں۔<sup>(۴)</sup> (۵۰)  
پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۱)  
ان دونوں جنتوں میں ہر قسم کے میووں کی دو قسمیں ہوں گی۔<sup>(۵)</sup> (۵۲)

پھر تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۳)  
جنتی ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے

يَطْوُونَ بَيْنَهُمَا وِبَيْنَ حَيْوَرَانٍ ۝۴۳

يَبَاقِي الْآءِ رَبِّكُمَا تَلَذُّبِينَ ۝۴۵

وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ ۝۴۶

يَبَاقِي الْآءِ رَبِّكُمَا تَلَذُّبِينَ ۝۴۷

ذَوَاتًا أَقْنَانٍ ۝۴۸

يَبَاقِي الْآءِ رَبِّكُمَا تَلَذُّبِينَ ۝۴۹

فِيهِمَا عَيْنَانِ تَجْرِيانِ ۝۵۰

يَبَاقِي الْآءِ رَبِّكُمَا تَلَذُّبِينَ ۝۵۱

فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَيْنِ ۝۵۲

يَبَاقِي الْآءِ رَبِّكُمَا تَلَذُّبِينَ ۝۵۳

مُتَّكِنِينَ عَلَى فُرُشٍ بَطَّانَةٍ مِنْ أَسْتَبْرَقٍ وَجَنَّا

(۱) یعنی کبھی انہی جحیم کا عذاب دیا جائے گا اور کبھی ماء حَمِيمٌ پینے کا عذاب۔ آں، گرم۔ یعنی سخت کھولتا ہوا گرم پانی، جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ دے گا۔ أَعَاذَنَا اللهُ مِنْهَا۔

(۲) جیسے حدیث میں آتا ہے۔ ”دو باغ چاندی کے ہیں، جن میں برتن اور جو کچھ ان میں ہے، سب چاندی کے ہوں گے۔ دو باغ سونے کے ہیں اور ان کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے، سب سونے کے ہی ہوں گے۔“ (صحیح بخاری، تفسیر سورۃ الرحمن) بعض آثار میں ہے کہ سونے کے باغ خواص مومنین مَقْرَبِينَ اور چاندی کے باغ عام مومنین أَصْحَابِ الْيَمِينِ کے لیے ہوں گے۔ (ابن کثیر)

(۳) یہ اشارہ ہے اس طرف کہ اس میں سایہ گنجان اور گہرا ہوگا، نیز پھلوں کی کثرت ہوگی، کیونکہ کہتے ہیں ہر شاخ اور ہنسی پھلوں سے لدی ہوگی۔ (ابن کثیر)

(۴) ایک کا نام تَسْنِيمٌ اور دوسرے کا سَلْسَبِيلٌ ہے۔

(۵) یعنی ذائقے اور لذت کے اعتبار سے ہر پھل دو قسم کا ہوگا، یہ مزید فضل خاص کی ایک صورت ہے۔ بعض نے کہا کہ



الْجَنَّتَيْنِ دَانَ ۞

اسٹردیز ریشم کے ہوں گے،<sup>(۱)</sup> اور ان دونوں جنتوں کے میوے بالکل قریب ہوں گے۔<sup>(۲)</sup> (۵۴)

يَأْتِي آلَهُمْ لَيْكًا لَّيْكًا ۞

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۵) وہاں (شریلمپلی) نیچی نگاہ والی حوریں ہیں<sup>(۳)</sup> جنہیں ان سے پہلے کسی جن وانس نے ہاتھ نہیں لگایا۔<sup>(۴)</sup> (۵۶)

فِيهِنَّ فَصْرَتٌ الظَّرْفُ لَمْ يَطْمِئِنَّ رِشْقٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ ۞

پس اپنے پالنے والے کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۷)

يَأْتِي آلَهُمْ لَيْكًا لَّيْكًا ۞

وہ حوریں مثل یاقوت اور مونگے کے ہوں گی۔<sup>(۵)</sup> (۵۸) پس تم اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۵۹)

كَأَمْثَلِ الْيَاقُوتِ وَالْمَرْجَانِ ۞

يَأْتِي آلَهُمْ لَيْكًا لَّيْكًا ۞

ایک قسم خشک میوے کی اور دوسری تازہ میوے کی ہوگی۔

(۱) ابری یعنی اوپر کا کپڑا ہمیشہ اسٹر سے بہتر اور خوب صورت ہوتا ہے، یہاں صرف اسٹر کا بیان ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اوپر (ابری) کا کپڑا اس سے کہیں زیادہ عمدہ ہوگا۔

(۲) اتنے قریب ہوں گے کہ بیٹھے بیٹھے بلکہ لیٹے لیٹے بھی توڑ سکیں گے۔ ﴿قُطُوفُهُمْ ذَاتُ بَيْنَةٍ﴾ (الحاقۃ: ۲۳)

(۳) جن کی نگاہیں اپنے خاوندوں کے علاوہ کسی پر نہیں پڑیں گی اور ان کو اپنے خاوند ہی سب سے زیادہ حسین اور اچھے معلوم ہوں گے۔

(۴) یعنی باکرہ اور نئی نویلی ہوں گی۔ اس سے قبل وہ کسی کے نکاح میں نہیں رہی ہوں گی۔ یہ آیت اور اس سے ما قبل کی بعض آیات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ جو جن مومن ہوں گے، وہ بھی مومن انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے اور ان کے لیے بھی وہی کچھ ہوگا جو دیگر اہل ایمان کے لیے ہوگا۔

(۵) یعنی صفائی میں یاقوت اور سفیدی و سرخی میں موتی یا مونگے کی طرح ہوں گی۔ جس طرح صحیح احادیث میں بھی ان کے حسن و جمال کو ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے۔ يُرَى مِنْهُنَّ سَوْفِهِنَّ مِنْ وَرَاءِ الْعِظْمِ وَاللَّحْمِ (صحیح بخاری) کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة۔ و صحیح مسلم، کتاب الجنة و صفة نعیمها، باب أول زمرة تدخل الجنة..... ”ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کی پنڈلی کا گودا، گوشت اور ہڈی کے باہر سے نظر آئے گا۔“ ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ ”جنتیوں کی بیویاں اتنی حسین و جمیل ہوں گی کہ اگر ان میں سے ایک عورت اہل ارض کی طرف جھانک لے تو آسمان و زمین کے درمیان کا سارا حصہ چمک اٹھے اور خوشبو سے بھر جائے، اور اس کے سر کا دوپٹہ اتنا قیمتی ہوگا کہ وہ دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الحور العین)

هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ ۝

فَمَا آتَىٰ آلَهُ رَبِّكُمْ أَتَّكِدُ بَيْنَ ۝

وَمَنْ دُونَهُمَا جَنَّاتٍ ۝

فَمَا آتَىٰ آلَهُ رَبِّكُمْ أَتَّكِدُ بَيْنَ ۝

مُدَّهَا مِثْلَيْنِ ۝

فَمَا آتَىٰ آلَهُ رَبِّكُمْ أَتَّكِدُ بَيْنَ ۝

فِيهِمَا عَيْنِينَ نَضَّاعَتِينَ ۝

فَمَا آتَىٰ آلَهُ رَبِّكُمْ أَتَّكِدُ بَيْنَ ۝

فِيهِمَا نَارِكُمَةَ وَقِوْلُ قُرْمَانٍ ۝

فَمَا آتَىٰ آلَهُ رَبِّكُمْ أَتَّكِدُ بَيْنَ ۝

فِيَوْمٍ خَيْرٌ حَسَانٍ ۝

فَمَا آتَىٰ آلَهُ رَبِّكُمْ أَتَّكِدُ بَيْنَ ۝

حُورٍ مَّقْصُورَاتٍ فِي الْبِحَارِ ۝

احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔<sup>(۱)</sup> (۶۰)

پس اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۶۱)

اور ان کے سوا دو جنتیں اور ہیں۔<sup>(۲)</sup> (۶۲)

پس تم اپنے پرورش کرنے والے کی کس کس نعمت کو

جھٹلاؤ گے؟ (۶۳)

جو دونوں گہری سبز سیاہی مائل ہیں۔<sup>(۳)</sup> (۶۴)

بتاؤ اب اپنے پروردگار کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ

گے؟ (۶۵)

ان میں دو (جوش سے) ابلنے والے چشمے ہیں۔<sup>(۴)</sup> (۶۶)

پھر تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۶۷)

ان دونوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔<sup>(۵)</sup> (۶۸)

کیا اب بھی رب کی کسی نعمت کی تکذیب تم کرو گے؟ (۶۹)

ان میں نیک سیرت خوبصورت عورتیں ہیں۔<sup>(۶)</sup> (۷۰)

پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۱)

(گوری رنگت کی) حوریں جنتی خیموں میں رہنے والیاں

ہیں۔<sup>(۷)</sup> (۷۲)

(۱) پہلے احسان سے مراد نیکی اور اطاعت الہی اور دوسرے احسان سے اس کا صلہ، یعنی جنت اور اس کی نعمتیں ہیں۔

(۲) دُونَهُمَا سے یہ استدلال بھی کیا گیا ہے کہ یہ دو باغ شان اور فضیلت میں پچھلے دو باغوں سے، جن کا ذکر آیت ۳۶ میں گزرا، کم تر ہوں گے۔

(۳) کثرت سیرابی اور سبزے کی فراوانی کی وجہ سے وہ مائل بہ سیاہی ہوں گے۔

(۴) یہ صفت تَجْرِبَانٍ سے ہلکی ہے الْجَزْبِيُّ أَقْوَىٰ مِنَ النَّضْحِ (ابن کثیر)

(۵) جب کہ پہلی دو جنتوں (باغوں) کی صفت میں بتلایا گیا ہے کہ ہر پھل دو قسم کا ہو گا۔ ظاہر ہے اس میں شرف و فضل کی جو زیادتی ہے، وہ دوسری بات میں نہیں ہے۔

(۶) خَيْرَاتٍ سے مراد اخلاق و کردار کی خوبیاں ہیں اور حِسَانٌ کا مطلب ہے حسن و جمال میں یکتا۔

(۷) حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جنت میں موتیوں کے خیمے ہوں گے، ان کا عرض ساٹھ میل ہو گا، اس

پس (اے انسانو اور جنو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۳)

انکو ہاتھ نہیں لگایا کسی انسان یا جن نے اس سے قبل۔ (۷۴)  
پس اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کے ساتھ تم تکذیب کرتے ہو؟ (۷۵)

سبز مسندوں اور عمدہ فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔<sup>(۱)</sup> (۷۶)

پس (اے جنو اور انسانو!) تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟<sup>(۲)</sup> (۷۷)

فَيَأْتِي آلَهُ رَبُّكُمَا مُكَذِّبِينَ ۝۲۷

لَنْ نَبْطِئَهُمُنَّ إِنَّا قَبْلَهُمْ وَاَلْبَانَ ۝۲۸

فَيَأْتِي آلَهُ رَبُّكُمَا مُكَذِّبِينَ ۝۲۹

مُكَبِّبِينَ عَلَى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ۝۳۰

فَيَأْتِي آلَهُ رَبُّكُمَا مُكَذِّبِينَ ۝۳۱

کے ہر کونے میں جنتی کے اہل ہوں گے، جس کو دوسرے کونے والے نہیں دیکھ سکیں گے۔ مومن اس میں گھومے گا۔  
(صحیح بخاری، تفسیر سورة الرحمن و کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی صفة الجنة، صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفة خيام الجنة)

(۱) رَفْرَفٌ، مسند، غالیچہ یا اس قسم کا عمدہ فرش، عَبْقَرِيٌّ، ہر نفیس اور اعلیٰ چیز کو کہا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ لفظ استعمال فرمایا، فَلَمْ أَرَ عَبْقَرِيًّا يَفْرِي فَرِيَهَ (البخاری، کتاب المناقب، باب فضل عمر، صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل عمر رضی اللہ عنہ) ”میں نے کوئی عبقری ایسا نہیں دیکھا جو عمر کی طرح کام کرتا ہو۔“ مطلب یہ ہے کہ جنتی ایسے تختوں پر فروکش ہوں گے جس پر سبز رنگ کی مسندیں، غالیچے اور اعلیٰ قسم کے خوب صورت منقش فرش بچھے ہوں گے۔

(۲) یہ آیت اس سورت میں ۳۱ مرتبہ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں اپنی اقسام و انواع کی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے اور ہر نعمت یا چند نعمتوں کے ذکر کے بعد یہ استفسار فرمایا ہے، حتیٰ کہ میدان محشر کی ہولناکیوں اور جہنم کے عذاب کے بعد بھی یہ استفسار فرمایا ہے، جس کا مطلب ہے کہ امور آخرت کی یاد دہانی بھی نعمتِ عظیمہ ہے تاکہ بچنے والے اس سے بچنے کی سعی کر لیں۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جن بھی انسانوں کی طرح اللہ کی ایک مخلوق ہے بلکہ انسانوں کے بعد یہ دوسری مخلوق ہے جسے عقل و شعور سے نوازا گیا ہے اور اس کے بدلے میں ان سے صرف اس امر کا تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ مخلوقات میں یہی دو ہیں جو شرعی احکام و فرائض کے مکلف ہیں، اسی لیے انہیں ارادہ و اختیار کی آزادی دی گئی ہے تاکہ ان کی آزمائش ہو سکے، تیسرے، نعمتوں کے بیان سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھانا جائز و مستحب ہے۔ یہ زہد و تقویٰ کے خلاف ہے اور نہ تعلق مع اللہ میں مانع، جیسا کہ بعض اہل

تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ۝

تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے<sup>(۱)</sup> جو عزت و جلال والا ہے۔ (۷۸)

سُورَةُ الْوَاقِعَاتِ

سورہ واقعہ کی ہے اور اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝

جب قیامت قائم ہو جائے گی۔<sup>(۲)</sup> (۱)

لَيْسَ لَوْقَعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝

جس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ نہیں۔<sup>(۳)</sup>

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝

وہ پست کرنے والی اور بلند کرنے والی ہوگی۔<sup>(۳)</sup> (۳)

تصوف باور کراتے ہیں۔ چوتھے بار بار یہ سوال کہ تم اللہ کی کون کون سی نعمتوں کی تکذیب کرو گے؟ یہ تونخ اور تہدید کے طور پر ہے، جس کا مقصد اس اللہ کی نافرمانی سے روکنا ہے، جس نے یہ ساری نعمتیں پیدا اور مہیا فرمائیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے اس کے جواب میں یہ پڑھنا پسند فرمایا ہے۔ لَا بَشِيْرٍ مِّنْ نِّعْمِكَ رَبَّنَا نُنْكَدِبُ فَلَكَ الْحَمْدُ ”اے ہمارے رب ہم تیری کسی بھی نعمت کی تکذیب نہیں کرتے، پس تمام تعریفیں تیرے ہی لیے ہیں“ (سنن الترمذی والصحیحۃ للآلبانی) لیکن اندرون صلاۃ اس جواب کا پڑھنا مشروع نہیں۔

(۱) تَبَارَكَ برکت سے ہے جس کے معنی دوام و ثبات کے ہیں۔ مطلب ہے اس کا نام ہمیشہ رہنے والا ہے، یا اس کے پاس ہمیشہ خیر کے خزانے ہیں۔ بعض نے اس کے معنی بلندی اور علو شان کے کیے ہیں اور جب اس کا نام اتنا بابرکت یعنی خیر اور بلندی کا حامل ہے تو اس کی ذات کتنی برکت اور عظمت و رفعت والی ہوگی۔

☆ اس سورت کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ سُورَةُ الْغِنَى (توگری کی سورت) ہے اور جو شخص اس کو ہر رات پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس سورت کی فضیلت میں کوئی مستند روایت نہیں ہے۔ ہر رات پڑھنے والی اور بچوں کو سکھانے والی روایتیں بھی ضعیف بلکہ موضوع ہیں۔ (دیکھئے الأحادیث الضعیفہ، للآلبانی حدیث نمبر ۲۹۰۹-ج ۱/۳۰۵)

(۲) واقعہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ہے، کیونکہ یہ لامحالہ واقع ہونے والی ہے، اس لیے اس کا یہ نام بھی ہے۔

(۳) پستی اور بلندی سے مطلب ذلت اور عزت ہے۔ یعنی اللہ کے اطاعت گزار بندوں کو یہ بلند اور نافرمانوں کو پست کرے